DEPARTMENT OF URDU

Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade – 'A'

(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

DR. MUSTAFIZ AHAD
Assistant Professor
Mob- 9955722260, 9472079131

Email:- ahadmustafiz@gmail.com
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No:........................ Date :..........................

M.A. (Urdu) 3rd. semester

CC 10 - Tanqeed

unit - 3

Topic :- Muqaddama-e-sher-o-shayri ka Tanqeedi jaezah

M.Ahad
20/7/20

باسمہٖ تعالیٰ

مستفیض احمد عارفی

مقدمہ شعر و شاعری کا تنقیدی جائزہ

اردو ادب کی تاریخ میں حالی کی شخصیت غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے انہوں نے طبع جدید اور اختراعی ذہن کے ذریعے اردو ادب کے مختلف شعبوں میں اضافے کئے لیکن تنقید کی طرف خاص توجہ کی اس لئے کہ زمانے کے اعتبار سے حالی کا عہد معقولات و منقولات کا پروردہ تھا جسے اہل علم نے نشاۃ ثانیہ کا دور بھی کہا ہے یہی وجہ ہے کہ مقدمہ ''شعروشاعری'' کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف ''حیات جاوید، حیات سعدی، یادگار غالب اور مقالات حالی'' میں بھی جگہ جگہ تنقیدی خیالات مل جاتے ہیں مقدمہ شعروشاعری حالی کے دیوان کا مقدمہ ہے اور اردو میں اصول تنقید کی سب سے پہلی کتاب ہونے کے حیثیت سے اس کی ہمیت مسلم ہے اسمیں انہوں نے شعر وشاعری کے مختلف پہلوؤں کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے اور اسکی اہمیت ذہن نشیں کرائی ہے بابائے اردو مولوی عبدالحق مقدمہ شعروشاعری کی اوّلیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ

''مقدمہ شعروشاعری میں شاعری کی ماہیت سماج سے اس کا تعلق اس کے لوازم، زبان کے مسائل، اردو شاعری کے اصاف سخن ان کے عیوب محاسن پر بہت معقول اور مفکرانہ بحث کی گئی ہے اردو زبان میں تنقید کی یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر اب تک اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی'' اسمیں دو حصے ہیں پہلے حصے میں بنیادی چیزوں پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور دوسرے حصے میں اردو شاعری کی مختلف صنفوں کی اصلاح کے مشورے دئے گئے ہیں ہر چند کہ اس کا پہلا حصہ اہم ہے لیکن اسکا دوسرا حصہ بھی بعض خصوصیتوں کی بنا پر مفید ہے''

ناقدوں کے نزدیک اردو شاعری کے اصول پر مختص مقدمہ کا پہلا حصہ غور طلب ہے کہ حالی نے آغاز ہی میں شعروادب کی اہمیت وافادیت اور ان میں تبدیلی کے متعلق اپنے خیالات پیش کئے ہیں ان کا ماننا ہے کہ شاعری کو افادی اور مقصد کے پیش نظر ہونا چاہئے کہ ماضی بعید میں شاعری ہی سے بڑے بڑے کام لئے گئے ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے فردوسی، عمر خیام رودکی اور زمانہ جاہلیت کے اشعار کی مثالیں پیش کی ہیں۔ کہ اس میں حیرت درجے کی تاثیر ہوتی تھی جس سے جب جو چاہے شاعر کام لے سکتا تھا۔ شاعری کو سوسائٹی سے منسوب کر کے حالی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک صحت مند شاعری سوسائٹی پر اچھے اثرات مرتب کرتی ہے۔ لیکن شاعری جب بگڑ جاتی ہے تو پھر یہ سوسائٹی کیلئے مضر ہو جاتی ہے۔ شاعری کا مقصد حالی نے جذبات کو برانگیختہ کرنا قرار دیا ہے انہی خیالات کے زیر اثر انہوں نے شاعری کے اخلاقی پہلو پر بھی زور دیا ہے ان کے خیال میں

''شعر اگرچہ براہ راست علم الاخلاق کی طرح تلقین نہیں کرتا لیکن از روئے انصاف اس کو اخلاق کا نائب اور قائم مقام کہہ سکتے ہیں''

حالی کے متذکرہ خیالات سے حد درجہ اتفاق ہے لیکن انکے خیالات میں تضاد کا سا عالم نظر آتا ہے اور کہیں کہیں انکی وضاحت مبہم سی لگتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعری کے اندر وہ ملکہ ہے جو مشاغل دینوی کی تمام ضرورتوں کا احاطہ کرتی ہے۔ مزید یہ کہ حواس کے تمام تاروں کو بیک وقت چھیڑتی ہی نہیں بلکہ جھنجھوڑتی ہے جس سے افادیت کی صورت از خود نکل آتی ہے اور اگر ہم کسی خاص مقصد کے تحت شاعری کو بروئے کار لاتے ہیں تو شاعری اور فن دونوں کا زوال ہے یہاں اسکی تفصیل ضروری نہیں پس اتنا جان لینا کافی ہے کہ اردو ادب کی تاریخ میں ایسے کئی موڑ آئے جہاں مقصدیت حاوی تھی وہاں ادب اور فن کو نقصان پہونچا ہے۔ اگر شاعری جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے تو وہ شاعری نہیں خطابت ہے۔ شاعری دراصل سکون پہونچاتی ہے، جذبات کی تطہیر کرتی ہے، روحانیت کو عرفان بخشتی ہے اور غور وفکر کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے حالی کے نزدیک صرف عروض کا جاننے والا شاعر نہیں ہوسکتا وہ قافیہ اور وزن کا التزام شعر کے لئے ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ ضرور مانتے ہیں کہ وزن سے شعر کا اثر بڑھ جاتا ہے حالی نے صاف صاف لکھا ہے ''وزن اور قافیہ جن پر ہماری موجودہ شاعری کا دارومدار ہے اور جس کے سوا اس میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں پائی جاتی جن کے سبب شعر پر شعر کا اطلاق کیا جاسکے اور یہ دونوں شعر کی

ماہیت سے خارج ہیں۔‘‘

یہاں یہ بات واضح رہے کہ حالی مغربی مفکروں اور ناقدوں کے خیالات سے مرعوب ہیں اور یوں بھی اس وقت مشرقی۔ علم وعمل کی جانب مغربی علم وعمل کا سیلاب آرہا تھا اس لئے حالی کا یہ خیال ’’قافیہ اور وزن کا التزام شاعری کیلئے ضروری نہیں لیکن اس سے شعر کا اثر بڑھ جاتا ہے‘‘ اصل میں مغربی اور مشرقی ناقدوں کی فکر آرا خیالات کی آمیزش سے مشتکل ہے۔

شعر کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے حالی لارڈ مکالے کا قول (جو ارسطو کا ہے) نقل کرتے ہیں اور اس کی وضاحت یہ کرتے ہیں کہ شاعری بت تراشی، مصوری، ڈرامہ اور موسیقی سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ شاعری کائنات کی تمام شئے خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی کا ٹھیک ٹھیک نقشہ اتار سکتی ہے۔ حالی نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ’’عالم محسوسات، دولت کے انقلابات، سیرت انسانی، معاشرتِ نوعِ انسانی تمام چیزیں جو فی الحقیقت موجود ہیں اور تمام وہ چیزیں جن کا تصور مختلف اشیاء کے اجزاء کو ایک دوسرے سے ملا کر کیا جاسکتا ہے۔ سب شاعری کی سلطنت میں محصور ہیں۔‘‘

واضح رہے کہ حالی اگر کلیم الدین احمد کی تنقید کا نشانہ بنے ہیں تو صرف اس لئے کہ انہوں نے غیر مرئی اور فرسودہ خیالات کو صحیح تسلیم کر کے اس پر اپنی رائے پورے وثوق کے ساتھ بیان کی ہے اب یہاں لارڈ مکالے کے قول ہی کو لے لیجئے اول تو یہ قول ارسطو کا ہے اس پر مزید یہ کہ ’’شعر کی تعریف نہیں لیکن آج کل شعر سے جو کچھ مراد لی جاتی ہے اس کے قریب قریب ذہن کو پہونچا دیتا ہے‘‘ بھلا آج کا ذہن جو مختلف تنقیدی دبستانوں کے اوراق سے منوّر رہے کس حد تک اور کیونکر تسلیم کر سکتا ہے۔؟

شاعری کی شرائط کا احاطہ کرتے ہوئے حالی نے شاعر کیلئے تخئیل۔ مطالعہ کائنات اور تفحص الفاظ کو ضروری قرار دیا ہے اس لئے کہ شاعر اور غیر شاعر میں انہی عناصر کی وجہ سے تمیز کی جاسکتی ہے۔ ایک کامیاب شاعر کیلئے ان تین چیزوں کا ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ شاعری میں حکمت وفلسفہ کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام تقاضوں کو بیان کیا جاتا ہے اور چونکہ انسان کیلئے بیان ہوتا ہے تو اسے خوب سے خوب تر اسلوب میں پیش کرنا چاہئے حالی اپنے اس نظرئے کا اطلاق کسی مغربی مفکر یا مشرقی مفکر سے موسوم نہیں کرتے اس کے باوجود ایک ہی عہد میں حالی اور شبلی کے یہاں ٹھیک اسی طرح کے نظرئیے پائے جاتے ہیں۔ شبلی نے اپنی آفاقی کتاب ’’شعر العجم‘‘ کے حصہ چہارم میں مذکورہ بنیاد پر بہت ہی تفصیل سے بحث کی ہے۔ معنوی اعتبار سے شبلی اور حالی کا نظریہ متفقہ طور سے ایک ہے لیکن بیان کرنے کا انداز جدا جدا ہے مجھے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ دونوں نے کسی ایک ہی کتاب سے استفادہ کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نظرئیے کی بنیاد پر فہم ودرک کا اطلاق الگ الگ ہوتا ہے۔

وحید قریشی کے مطابق ’’شبلی اور حالی اپنے زمانے کے دو بڑے ادبی ڈکٹیٹر تھے انہوں نے قدیم وجدید (مغربی) تنقید کا مطالعہ کیا اور قدیم ڈھانچے کی حدود متعین کرنے کے بعد مغربی تصورات کو اس کے خمیر میں سمونے کی کوشش کی اس میں شبلی اور حالی دونوں کا انداز یکساں ہے حالی نے ’’مقدمہ شعر وشاعری‘‘ میں بعض تنقیدی اصطلاحوں کو صاف کرنے کی کوشش کی اور شبلی نے ’’شعر العجم‘‘ اور ’’موازنے‘‘ میں، بعض باتوں میں دونوں نے اتفاق کیا اور بعض میں اختلاف جیسا کہ دو آدمیوں میں مطالعہ کتب، ماحول اور طبیعت کے فرق سے اختلاف ہونا چاہئے۔ شبلی اور حالی میں بھی موجود ہے۔

حالی نے شاعر کیلئے پہلی شرط تخئیل کا ہونا ضروری سمجھا ہے اس ضمن میں میرا خیال ہے کہ تخئیل ایک قوت ہے جو ہمیشہ مائل بہ پرواز رہتا ہے۔ اب شاعر کے ذہن میں جیسی فکر ہوگی اس کا تخئیل ویسے ہی اڑان بھرے گا۔ تخئیل ایک شاعر کیلئے اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے معنوی رنگارنگی کا احساس ابھرتا ہے۔ حالی کا ماننا ہے کہ تخئیل وہ طاقت ہے جو شاعر کو زمان ومکاں کی قید سے آزاد کرتا ہے۔ ماضی اور مستقبل کی تصویروں کو موجودہ زمانے کے اسکرین پر ٹھیک ٹھیک نقشہ دکھا سکتا ہے۔ وہ جنت وجہنم، آدم وحوا اور حشر ونشر کا بیان اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ تمام واقعات اپنی آنکھ سے دیکھ چکا ہے۔ مزید تخئیل کی تعریف میں حالی یہاں تک کہتے ہیں کہ معلومات کا ذخیرہ جو تجربہ یا مشاہدہ کے ذریعہ ذہن میں پہلے سے مہیا ہوتا ہے یہ اسکو مکرر ترتیب دے کر ایک نئی صورت بخشتا ہے۔

مجھے کہہ لینے دیجئے کہ حالی تخئیل اور لفظ "Imagination" کی صحیح قدر و منزلت نہیں کر پائے ہیں اگر تخئیل کے ساتھ تصور کا بھی استعمال کرتے تو بات صحیح اور سلیقے کی ہوتی۔ وحید قریشی نے تخئیل اور تصور کی معنوی تفہیم میں عرض کیا ہے کہ ''تصور نام ہے بعض اشیا کو ذہن میں لانے کا اور تخئیل نام ہے ان میں منطقی ترتیب قائم کرنے کا گویا تخئیل کا لفظ ہم "Manipulation" (خوش اسلوبی) کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔'' کلیم الدین احمد لفظ "Fancy" اور "Imagination" پر بحث کرتے ہوئے اردو تنقید پر ایک نظر میں لکھتے ہیں کہ "Fancy" وہ طاقت ہے جو شاعر کو وقت اور زمانہ کی قید سے آزاد کرتی ہے اور "Imagination" وہ قوت ہے جو معلومات کے ذخیرے کو ترتیب دیکر ایک نئی صورت بخشتی ہے۔

حالی نے شاعر کے لئے دوسری شرط مطالعۂ کائنات کا ہونا ضروری سمجھا ہے۔ واضح رہے کہ حالی کائنات، کائنات کے اسرار و نکات اور اس کے زیر و زبر کے ایک ایک پہلو کو باریکی سے سمجھنے کی دعوت دیئے ہیں کیوں کہ شاعر ہمیشہ عالم اصغر یعنی نفس انسان اور تقاضائے زندگی سے ہی بحث کرتا ہے اور یہ تمام عناصر عالم اکبر یعنی کائنات کے ایک ایک حصہ میں پوشیدہ ہیں۔ ایک کامیاب شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ نسخۂ فطرت، فطرت انسانی اور فلسفۂ حیات کا مطالعہ اور مشاہدہ اس طور پر کرے کہ خود بخود مختلف چیزوں سے متحد اور متحد چیزوں سے مختلف خاصیتیں ظاہر ہونے لگیں۔ یہی وہ شرط ہے جہاں حکمت و عمل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ جس سے روحانیت کا عرفان میسر ہوتا ہے۔ اور جب شاعر کوئی مضمون باندھتا ہے تو اس کا تقاضا نفس آلامر پر واقع ہوتا ہے۔

تیسری شرط حالی نے تفحص الفاظ کو ضروری سمجھا ہے۔ تفحص الفاظ متذکرہ دونوں شرائط سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ تخئیل اور مطالعۂ کائنات کے بعد کا جو مرحلہ ہوتا ہے وہ اظہار کا ہوتا ہے یہ شاعر پر منحصر ہے کہ وہ ان دونوں مرحلوں سے گذر کر اپنی بات خوب سے خوب پیرائے میں خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرے تاکہ دل سے بات نکلے اور دل تک اثر کرے گویا لفظی اور معنوی اعتبار سے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو۔

واضح رہے کہ شاعری کیلئے حالی نے تخئیل، مطالعۂ کائنات اور تفحص الفاظ کا نظریہ پیش کر کے وہ کام انجام دیا ہے کہ بعض مخالفت کے باوجود بھی اب تک اس کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی کیونکہ آج بھی اچھی سے اچھی شاعری کیلئے انہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

شعر کی خوبیوں کے تحت حالی نے سادگی، جوش اور اصلیت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کی ہے کہ ایک کامیاب شاعر کے کلام میں سادگی، جوش اور اصلیت کا ہونا ضروری ہے ہر چند کہ یہ قول ملٹن سے ماخوذ ہے لیکن حالی اس کی تفہیم و تشریح میں تفصیل سے کام لیتے ہیں اور ساتھ ہی مقصدیت اور افادیت کے پس منظر میں اس کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ سادگی کے متعلق حالی کا ماننا ہے کہ

''خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر پیچیدہ اور ناہموار نہ ہو الفاظ جہاں تک ممکن ہو تحاور اور روزمرہ کی بول چال کے قریب قریب ہو جس قدر شعر کی ترکیب معمولی بول چال سے بعید ہوگی اسی قدر سادگی کے زیور سے معطل سمجھی جائیگی تحاور اور روزمرہ کی بول چال سے نہ تو عوام الناس اور سوقیوں کی بول چال مراد ہے اور نہ علماء و فضلا کی بلکہ وہ الفاظ و محاورات مراد ہیں جو خاص و عام دونوں کی بول چال میں عامتہ الورود ہیں لیکن اردو زبان میں سادگی کا ایسا التزام ہر قسم کے کلام میں نبھ نہیں سکتا اگر کچھ نبھ سکتا ہے تو محض عشقیہ غزل یا عشقیہ مثنوی میں۔''

کلیم الدین احمد حالی کے اس خیال پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر سادگی یہ ٹھہری تو ملٹن کی نظمیں شعر کے زمرہ سے خارج ہو جائیں گی اور شیکسپئر کی شاعری کا بیشتر حصہ بھی۔ غالب اور اقبال کے بیشتر اشعار کا شمار بھی اشعار میں نہ ہوگا اس کے علاوہ سادگی کوئی معین صفت نہیں جسے ایک شخص سادہ سمجھتا ہے وہی چیز کسی دوسرے کیلئے پیچیدہ معلوم ہو۔ سادگی کی مختلف قسمیں ہیں۔ فطری، صنعتی، مصنوعی اس کے علاوہ شاعر تحاور اور روزمرہ بول چال کی کورانہ پیروی نہیں کرتا اور نہ اسے کرنا چاہئے، وہ زبان کو مخصوص رنگ میں استعمال کرتا ہے۔

واضح رہے کہ حالی نے سادگی کے بارے میں جو کچھ اور جیسا بھی بیان کیا ہے اگر اسے غور سے پڑھا جاوے تو کلیم الدین احمد کی باتیں فضول اور بکواس معلوم پڑینگی اس کے باوجود کلیم الدین احمد کا یہ کہنا کہ سادگی کی مختلف قسمیں ہیں فطری، صنعتی اور مصنوعی اس سے میں اتفاق رکھتا ہوں کہ وہاں تک حالی کا ذہن نہیں پہنچ سکا تھا۔ حالانکہ یہ چیزیں سادگی کے زمرے میں رکھی جانی چاہئیں۔ دوسری بات یہ کہ ''اردو زبان میں سادگی کا ایسا التزام عشقیہ غزل یا

عشقیہ مثنوی میں ہی نبھ سکتا ہے۔ یہ حالی کا خیالی نکتہ ہے اگر حالی تجربے کے مرحلے سے گذر کر محسوس کرتے یا پھر نظیر اکبرآبادی اور انیس و دبیر کو سامنے رکھ لیتے تو اپنے اس خیال سے گریز کرتے۔

اصلیت کی وضاحت کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں کہ ''اصلیت پر مبنی ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر شعر کا مضمون نفسا الامری پر مبنی ہونا چاہئے بلکہ یہ مراد ہے کہ جس بات پر شعر کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ نفس الامر میں یا لوگوں کے عقیدہ میں یا محض شاعر کے عندیہ میں فی الواقع موجود ہے نیز اصلیت پر مبنی ہونے سے یہ بھی مقصود نہیں ہے کہ بیان میں اصلیت سے سرمو تجاوز نہ ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ زیادہ تر اصلیت ہونی ضرور ہے۔

حالی اصلیت پر مبنی پانچ قسم کا بیان بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ :

۱۔ جس میں شعر کی بنیاد حقائق الامر پر واقع ہو

۲۔ جس میں شعر کی بنیاد سامعین کے عقیدے پر رکھی جاتی ہے

۳۔ جس میں شاعر محض اپنے عندیہ پر شعر کی بنیاد رکھتا ہے۔

۴۔ جس میں سامعین کو یہ خیال گذرے کہ شاعر کے عندیہ میں کوئی بات ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح وہ بیان کرتا ہے۔

۵۔ جس میں اصلیت پر شاعر کسی قدر اضافہ کر دیا ہو

شعر و شاعری کے ضمن میں یہ ساری باتیں ایسی ہیں جس پر آج تک کوئی بھی ناقد اضافہ نہیں کر سکا ہے۔ ہاں اسمیں حالی سے ایک بھول ضرور ہوئی کہ وہ فارسی اور عربی تمثیل و تاویل میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ جوش کی وضاحت کرتے ہوئے حالی کا ماننا ہے کہ

''مضمون ایسے بے ساختہ الفاظ اور مؤثر پیرایہ میں بیان کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ شاعر نے اپنے ارادہ سے مضمون نہیں باندھا بلکہ خود مضمون نے شاعر کو مجبور کر کے اپنے تئیں اس سے بندھوایا ہے''

حالی کا یہ نظریہ عربی اور عبرانی شاعری کے پیش نظر مستحکم ہوا ہے جہاں شاعری کے پس منظر میں شاعر کا مفاد اور سماج کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور رہتا تھا چنانچہ اہل علم کا ماننا ہے کہ یہ ساری چیزیں فارسی شاعری میں بہت کم ہو گئیں تھیں مزید اعتراض یہ کہ عبرانی اور عربی شاعری میں مرثیہ اور قصیدہ کو ہی زیادہ دخل تھا جہاں جوش کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اگر اس کا اطلاق اردو شاعری پر کیا جاوے تو یہ کہاں تک ممکن ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے یہاں اس طرح کی شاعری بھی عمل میں آچکی ہے کہ جس میں حد درجہ کا جوش پایا گیا وہ پروپیگنڈہ کی شکل میں رد کر دی گئی یا پھر وہ خود دم توڑ گئی۔

آمد اور آورد کہ متعلق حالی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شاعری محض آمد کا نام نہیں بلکہ آورد بھی شاعری کی اصل جان ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہوئے مشہور شاعر ورجل، ملٹن اور ابن رشیق کا حوالہ دیتے ہیں ساتھ ہی شاعری میں نظر ثانی کی تلقین کرتے ہیں۔ تا کہ آمد سمجھ کر شعر کو بے لطف نہ چھوڑ دیا جائے۔ نیچرل اور ان نیچرل شاعری کے متعلق حالی نے وسیع النظری سے کام نہیں لیا۔ وہ شاعری کو ''لفظاً اور معناً'' دونوں حثیتوں سے فطرت یا عادت کے موافق پیش کرنے کی حمایت میں ہیں کہ یہی اصل میں نیچرل شاعری ہے۔ معلوم ہو کہ حالی کے نزدیک یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ایک ہی بات کو مختلف جگہ مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں اس لئے کہ نیچرل شاعری کے ضمن میں حالی نے جو باتیں کہی ہیں در اصل اس کا اطلاق اصلیت اور سادگی کے تناظر میں بھی ہو جاتا ہے پھر نیچرل شاعری سے حالی کی کیا مراد ہے؟ جہاں تک میں سمجھتا ہوں نیچرل شاعری تمام خیالات سے آزاد ہو کر زمانے کے تناظر میں اس طور پر پیش کیا جائے کہ وہ ہر زمانے میں معنی کے اعتبار سے رقص کرتی رہے اور اس پر تقلید و تتبع کی چھاپ نہ رہے۔

مقدمہ شعر و شاعری میں حالی نے اردو کی چار اہم اصناف غزل، قصیدہ،، مرثیہ اور مثنوی کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے میں یہاں سرسری طور پر یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حالی افادیت اور مقصدیت کہ پیش نظر مثنوی کو ہی زیادہ اہمیت دیتے ہیں، ہاں تھوڑی سی توجہ مرثیہ پر بھی رکھتے ہیں کہ اس سے اخلاق درست ہوتا ہے غزل میں حالی تسلسل کے قائل ہیں اور قصیدہ کو اس لئے منہ نہیں لگاتے کہ یہ جھوٹ پر مبنی ہے اس سے شاعری اور انسانی قدروں کا

زوال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حالی نے محاورہ، اصطلاحات، اور روزمرہ وغیرہ نکات پر روشنی ڈالی ہے ساتھ ہی زبان و بیان کے اعتبار سے حالی نے جو مشورے دیئے ہیں وہ انہی کا خاصہ ہے اس ضمن میں سرسیّد اور ان کے رسالے تہذیب الاخلاق نے حالی کو مہمیز کیا۔ جس سے حالی نے اردو شعر و ادب میں زبان کی تبدیلی اور اس کی درستگی کے معاملے کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ چنانچہ یہاں یہ کہنے میں کوئی دشواری نہیں کہ ’’مقدمہ شعر و شاعری‘‘ اپنے عہد کی وہ زندہ کتاب ہے جس سے بعد کی کتابیں سنورتی اور نکھرتی رہی ہیں۔

1/10/07